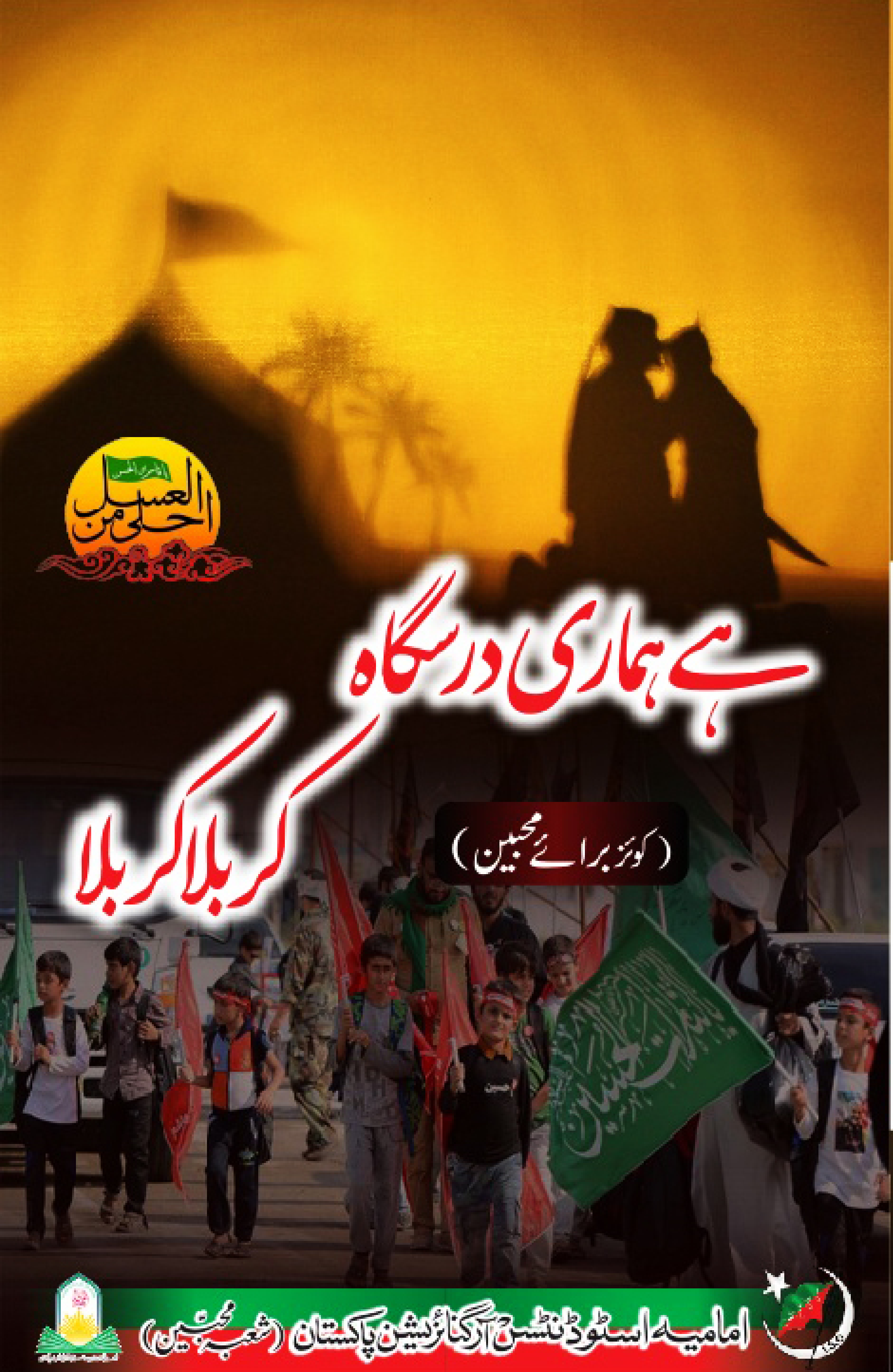

رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمی
خامنہ ای دامت برکاتہ نے فرمایا:

" عاشورا انسان کو درس دیتی ہے

- حفظِ دین کا
- فداکاری کا
- قرآن و اسلام کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کا

پس بوڑھے جوان امام و رعیت سب کے سب
ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں گے۔ "

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ

وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِيْلًا وَعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهُ اَرْضَكَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيْلًا

بسمہ تعالیٰ

ہے ہماری درسگاہ کربلا (کوئز)
برائے محبین

المہدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

"مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا" (الاحزاب/ ۲۳)

"مومنین میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا، ان میں سے بعض نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا اور ان میں سے بعض انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا بھی نہیں بدلے"

مفسرین نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام (علیہ السلام) کربلا میں شھدا کو الوداع کہتے وقت اور کبھی شھدا کے سرہانے اس مندرجہ بالا آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔(تفسیر کنز الدقائق)

دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو مادی زندگی کے خواہاں ہیں جبکہ بعض الہی لوگ بھی ہیں جو ان کے مقابلے میں اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں اور اسلام اور دین کی سربلندی کا باعث بنتے ہیں۔ جہاں اکثر انسانوں کا ہدف یہ ہے کہ وہ زندہ رہیں اور بہترین مادی زندگی سے لطف اندوز ہوں وہیں پر ایسے انسان بھی موجود ہیں جو قرب خدا کو حاصل کرنے کے غرض سے شہادت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور اسلام کے پودے کی اپنے خون سے آبیاری کرتے ہیں اور بہشت میں اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ اسلام بھی اپنے پیروکاروں کو یقین دلاتا ہے کہ میدان جنگ میں قتل کر دیا مار دیئے جاؤ کامیاب ہو اور خدا کے نزدیک تمہارا مقام عظیم ہے۔ قرآن کریم نے ایسے افراد کو جو ایثار اور فداکاری سے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کرتے ہیں "وعدے کے پکے" اور "الہی عہد پر صادق رہنے والے" کے القاب سے یاد کیا ہے۔ یہ مرتبہ، خدا نے شہدا کو عطا کیا ہے۔ اولیاء دین اور ان کے خالص پیروکار اس قسم کا جذبہ رکھتے تھے اور اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ صدر اسلام میں بہت سے شھداء کی مثالیں تاریخ میں

ثبت ہیں مگر کربلا میں ہمیں جس قسم کی مثالیں ملتی ہیں وہ بے نظیر ہیں۔۶ ماہ کے معصوم بچے سے لیکر ۹۰ سال کے بزرگ کے ایثار کی مثالیں عاشورا کے روز دیکھنے کوملیں۔ یہ وہ کردار ہیں کہ جوقرآن کی آیات کے مصداق ہیں۔جی ہاں قربانی اور ایثار کی ایسی مثالیں کسی اور مکتب میں نہیں ملیں گی۔ یہ مکتب عاشورا ہے کہ جس میں ہر قسم کے صبر واستقامت، ایثار وقربانی، مبارزہ و جہاد اور لطف ومہربانی کے نمونے ملیں گے۔خود امام حسین علیہ السلام علیہ السلام شہادت طلبی کے میدان میں سب سے آگے تھے اور اسی طرح آپ کے تمام اصحاب، رشتہ دار اور بالخصوص جوانان بنی ہاشم شہادت کے جذبہ سے سرشار تھے۔

جس وقت سید الشھد اامام حسین علیہ السلام علیہ السلام مکہ سے حرکت کرنا چاہتے تھے تو آپ نے اپنے خطبے میں لوگوں سے فرمایا کہ جوبھی شہادت کا شوق رکھتا ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔

"مَنْ كَانَ فِينَا بَاذِلًا مُهْجَتَهُ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا" (بحارالانوار/ ج ۴۴،ص ۳۶۷)

روز عاشورا جب سید الشھد انے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جوجانا چاہتا ہے اسے میری طرف سے اجازت ہے توسب اصحاب نے یک زباں ہوکر کہا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى اكرمنا بنصرك و شَرَّفَنَا بِالْقَتْلِ مَعَكَ، او لا ترضى أَنْ نَكُونَ مَعَكَ فِي دَرَجَتِكَ يَابْنَ رَسُولِ اللّٰه" (کامل، ابن اثیر)

"اس خدا کا شکر کہ جس نے ہمیں آپ کی نصرت اور یاری کی سعادت عطا کی اور ہمیں آپ کے رکاب میں شہید ہونے کا شرف بخشا۔آیا آپ نہیں چاہتے کہ ہمیں بھی آپ جیسا مرتبہ نصیب ہو؟"

حربن یزید، نے صبح عاشورا ایسی بصیرت کا مظاہرہ کیا کہ جسکی مثال نہیں ملتی۔ جب حرکواس بات کا یقین ہوگیا کہ عمر سعد کی فوج امام علیہ السلام سے جنگ ضرور کرے گی تو خود کو بہشت اور دوزخ کے درمیان دیکھا اور پھر بہشت کا انتخاب کرتے ہوئے امام علیہ السلام سے آملے اور اس راہ میں اپنی جان قربان کردی۔ کربلا کے راستے میں امام علی اکبر علیہ السلام کا اپنے والدگرامی سے

یہ کہنا کہ اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت سے کیا ڈر؟ شہادت طلبانہ طرز فکر کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔

سانحہ کربلا کی جانب نگاہ کی جائے تو شہادت طلبانہ جذبے کی بیشمار مثالیں ملیں گی ان تمام کو نقل کرنا یہاں پر مقصود نہیں ہے۔اس تحریر میں نوجوان نسل کیلئے کربلا میں جوانوں کے کردار پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے امید ہے یہ کوشش جوانوں کیلئے مشعل راہ ہوگی اور ہمارے جوان موجودہ مشکل اور کٹھن دور میں کربلا کے جوانوں کو اپنا آئیڈیل بناتے ہوئے یزیدیت اور اس کی سازشوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنیں گے اور اپنے اندر شہادت اور شجاعت کا جذبہ پیدا کریں گے۔

علی اکبر علیہ السلام، آیئۂ جمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کربلا کے جوانوں کے سردار امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام اپنے جد رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شباہت رکھتے تھے۔آپ علیہ السلام کے بارے میں تاریخ میں ہے کہ آپ علیہ السلام صورت، سیرت، خَلق اور خُلق میں پیغمبر صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبیہ ترین فرد تھے۔امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام کی اطاعت کربلا میں عجیب تھی۔یہ اطاعت اس لیے نہیں تھی کہ امام حسین علیہ السلام علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کی رشتہ داری تھی اور چونکہ امام علیہ السلام آپ علیہ السلام کے والد تھے اس لیے آپ علیہ السلام مطیع تھے، نہیں، بلکہ امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام وقت کے امام اور ولی خدا کے تابع تھے، وصی رسول اللہ کے مطیع تھے اور امام کی اطاعت کو واجب سمجھتے تھے۔

روز عاشورا جب امام علیہ السلام کے تمام اصحاب شہید ہوگئے تو بنی ہاشم کی باری تھی۔بنی ہاشم میں سب سے پہلے میدان میں امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام گئے۔امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام نے امام علیہ السلام سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی تو امام علیہ السلام نے فورا اجازت دے دی۔جیسے ہی امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام نے میدان کی جانب چلنا شروع کیا سید الشہدا علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک جاری ہوئے۔امام حسین علیہ السلام علیہ السلام نے

آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا:

" اللهم اشهد فقد برز إليهم غلام اشبه الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولك صل الله عليه وآله وسلم و كُنّا إذا اشقنا إلى نَبِيِّكَ نَظَرْنَا إِلَيْه " (لھوف)

"خداوند! گواہ رہنا وہ جوان جو صورت، سیرت اور گفتار میں تیرے رسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ترین فرد میں سے ہے، جنگ کے لیے جا رہا ہے اور ہم جب بھی تیرے نبی صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شوق رکھتے اس جوان کی طرف نگاہ کرتے تھے۔"

امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام شجاعت اور بہادری سے دشمن سے لڑے اور وسط جنگ میں ایک بار آپ علیہ السلام کا جی چاہا کہ امام علیہ السلام کی ایک مرتبہ پھر زیارت کریں بس یہ سوچ کر امام علیہ السلام کے پاس آئے اور پانی طلب کیا حالانکہ جانتے تھے کہ امام علیہ السلام کے پاس پانی نہیں ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا جاؤ اور جنگ کرو، آپ کو جلد ہی آپ کے جد سیراب کریں گے۔ فرزند امام حسین علیہ السلام علیہ السلام امام کی اطاعت کرتے ہوئے میدان میں لوٹے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ امام حسین علیہ السلام علیہ السلام شبیہ رسول علیہ السلام کے جسد مبارک کے سرہانے تشریف لائے اور اپنی صورت اپنے لخت جگر کی صورت پر رکھ کر فرمایا:

" قَتَلَ اللّٰهُ قَوماً قَتَلُوكَ يَا بُنَيّ مَا أَجْرَأَهُمْ عَلَى الرَّحْمَنِ وَ عَلَى انْتِهَاكِ حُرْمَةِ الرَّسُولِ عَلَى الدُّنيَا بَعْدَكَ الْعَفَا " (لہوف، بحار، الارشاد)

"خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا، انہوں نے خدا کی شان میں جسارت کی ہے اور رسول خدا کی بے حرمتی، تمہارے بعد اس دنیا کے سر پر خاک ہو!"

ہاشمی جوانوں کا خون جوش میں آتا ہے

امام علی علیہ السلام اکبر علیہ السلام کی شہادت نے بنی ہاشم کے جوانوں کے درمیان عجیب جوش و

ولولہ ایجاد کر دیا تھا۔سب جوان شہادت کی تیاری کر رہے تھے اور شہید ہونے کیلئے مضطرب اور بے چین تھے مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ بہت کم سن و سال کے تھے، علی اکبر علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمن پر حملہ آور ہوئے، عبداللہ لڑتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

الیوم ألقی مسلما و هو أبی و فتیة بادوا علی دین النبی

"آج مسلم سے ملاقات ہوگی جو میرے بابا ہیں اور ایسے جوانوں سے ملاقات ہوگی جو دین نبی پر فدا ہو گئے" (بحارالانوار)

عبداللہ بن مسلم نے تین مرتبہ دشمن پر حملہ کیا اور تینوں مرتبہ کامیاب رہے اور ۸۹ دشمنوں کو ہلاک کیا یہاں تک کہ عمرو بن صبیح الصیداوی اور أسد بن مالک نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر ہاشمی جوانوں اور آل ابوطالب عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں عون ومحمد اور محمد بن مسلم نے دشمن پر حملہ کر دیا۔امام حسین علیہ السلام علیہ السلام نے جوانوں کی شجاعت دیکھ کر فرمایا:

" صَبْراً یَا بَنِی عُمُومَتِی صَبْراً یَا أَهْلَ بَیْتِی فوالله لَا رَأَیْتُمْ هَوَاناً بَعْدَ هَذَا الْیَوْمِ أَبَداً" (لهوف)

"اے میرے بیٹو! اے میرے اہل بیت! صبر کرو۔ خدا کی قسم آج کے بعد ذلت اور خواری نہیں دیکھو گے"

یادگار امام مجتبیٰ علیہ السلام

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند حضرت قاسم علیہ السلام نے کربلا میں ثابت کر دیا کہ ان کی رگوں میں امام حسن علیہ السلام کا خون موجود ہے۔شب عاشورا امام حسین علیہ السلام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو شہادت کی خوشخبری سنائی اور فرمایا:

"یا قَوْمِ فَإِنِّی غَداً أُقْتَل ،وتُقْتَلُونَ کُلُّکُم مَعِی، حَتّی لَا یَبْقَی مِنْکُم أَحَد"

" کل میں مارا جاؤں گا اور آپ تمام بھی میرے ساتھ شہید کر دیے جاؤ گے اور آپ میں سے کوئی ایک بھی نہیں بچے گا"

حضرت قاسم نے یہ سنا تو کھڑے ہو کر چچا سے سوال کیا:

"وَانَا فِيمَن يُقتَل ؟"

آیا میں بھی شہید ہو جاؤں گا؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا:

"يَا بُنَيَّ ! كَيفَ المَوتُ عِندَكَ ؟"

"اے میرے بیٹے آپ کے نزدیک موت کیسی ہے؟"

حضرت قاسم نے بلا فاصلہ جواب دیا:

"يَا عَمَّ ! أَحلَى مِنَ العَسَل"

"اے میرے چچا جان! شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔"

امام حسین علیہ السلام علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا! آپ کے چچا آپ پر قربان ہوں آپ بھی قتل کر دیئے جاؤ گے اور میرے فرزند عبداللہ بھی شہید ہوں گے۔ (فرسان الھیجاء، ج ۳،)

حضرت قاسم نے روز عاشورا جنگ کا لباس زیب تن کیا اور امام علیہ السلام سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ امام علیہ السلام اجازت دینا نہیں چاہتے تھے مگر قاسم کی منت سماجت اور شوق شہادت دیکھتے ہوئے امام مجبور ہو گئے اور حضرت قاسم کو میدان میں جانے کی اجازت دے دی۔

جناب قاسمؑ میدان جنگ میں

لشکر عمر سعد کا ایک راوی کہتا ہے کہ:

ایک مرتبہ ایک جوان کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے سر پر عمامہ ہے۔ جوان اتنا حسین تھا، اس کی تعبیر کے مطابق "كأنه فلقة القمر" جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ راوی کہتا ہے قاسم جیسے جیسے نزدیک آئے، ان کے گالوں پر اشکوں کے موتی ابھی بھی تھے۔ سب حیران تھے کہ یہ جوان کون ہے؟ وہ قریب آئے اور للکار کر بولے:

إن تنكروني فأنا ابن الحسن سبط النبي المصطفى و المؤتمن

هذا حسين كالأسير المرتهن بين أناس لا سقوا صوب المزن

"اگر مجھے نہیں پہچانتے میں حسن کا بیٹا ہوں جو نبی مصطفیٰ اور امین کے فرزند ہیں، یہ حسین ہیں جو لوگوں کے درمیان قیدی کی مانند ہیں، خدا کرے یہ لوگ باران رحمت خدا سے سیراب نہ ہوں"

جناب قاسم جیسے ہی میدان میں گئے، حسین نے گھوڑے کی باگیں ہاتھوں میں تھام لیں جیسے کسی سانحہ کے منتظر ہوں۔ اتنے میں ایک آواز سنائی دی "یا عمّاہ"، راوی کہتا ہے کہ ہم نہیں دیکھ سکے کہ حسین کیسے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوئے بس اتنا دیکھا کہ وہ شکاری باز کی مانند قاسم کے جسد پر پہنچے اور انہیں یہ کہتے سنا:

"يَعِزُّ وَاللّٰهِ عَلَى عَمِّكَ أَنْ تَدْعُوهُ فَلَا يُجِيبَكَ أَوْ يُجِيبَكَ فَلَا يُعِينَكَ"

"خدا کی قسم تیرے چچا کیلئے یہ کتنا سخت ہے کہ تو اسے مدد کیلئے پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے اور تیری مدد کو نہ پہنچ سکے اور تجھے نجات نہ دلا سکے،، خدا کی رحمت سے دور ہو وہ گروہ جس گروہ نے تجھے شہید کیا۔"

عبداللہ ابن حسن مجتبیٰ علیہ السلام

عبداللہ بن حسنؑ کم سن وسال کے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام علیہ السلام کو دشمنوں کے محاصرے میں دیکھا تو خیمے سے باہر دوڑے، حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عبداللہ کو پکڑا، امام علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو بہن سے کہا: عبداللہ کو میدان میں مت آنے دو۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عبداللہ کو روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے اور کہنے لگے:

"لا افارق عمّی"

"خدا کی قسم! چچا جان سے جدا نہیں ہو سکتا"

یہ کہہ کر میدان میں پہنچے۔ اس وقت "ابجر بن کعب" شمشیر کو امام علیہ السلام پر وار کرنے کیلئے بلند کر چکا تھا۔ عبداللہ نے یہ دیکھ کر خود کو امام علیہ السلام کے سینے پر گرا دیا اور اپنے ہاتھ سے

شمشیر کے وار کو روکا۔تلوار نے اس معصوم بچے کے ہاتھ کو کاٹ ڈالا۔عبداللہ نے چیخ کر کہا: "یا ابتاہ، یا عماہ"۔امام علیہ السلام نے اپنے سینے سے عبداللہ کو لپٹا لیا اور فرمایا:

"میرے بچے! صبر کرو! جلد ہی آپ اپنے جد کے پاس پہنچ جاؤ گے"

ادھر حرملہ نے جب بچے کو حسین علیہ السلام کی گود میں دیکھا تو ایک تیر مارا جس سے بچہ شہید ہو گیا۔(منتھی الامال)

عونؑ و محمدؑ کی شہادت

طبری اور ابن اثیر لکھتے ہیں:

جب امام حسین علیہ السلام علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے تو عبداللہ ابن جعفر نے عون و محمد کو امام کے ہمراہ کیا اور نصیحت کی کہ امام کا ساتھ کسی صورت میں مت چھوڑنا چاہے جان قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔تاریخ میں ہے کہ عون اپنے بھائی محمد کی شہادت کے بعد میدان میں گئے اور تین سوار اور 8 پیادہ دشمنوں کو ہلاک کیا اور پھر خود بھی جام شہادت نوش کیا۔جب عبداللہ کے بیٹوں کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو عبداللہ کے ایک غلام "ابوالسلاسل" نے کہا: یہ مصیبت حسین کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔یہ سنکر عبداللہ تیش میں آ گئے اور جوتا نکال کر غلام کو مارتے ہوئے کہا: اے کنیز کی اولاد! حسین کے بارے میں جسارت کرتے ہو۔خدا کی قسم! اگر میں بھی کربلا میں حاضر ہوتا تو اپنی جان امام کی راہ میں قربان کر دیتا اور اگر خود کربلا نہ جا سکا تو میرے بچوں نے میری لاج رکھ لی۔(فرسان الھیجاء)

عبداللہؑ اور عبدالرحمنؑ کی فداکاری

روز عاشورا جب امام علیہ السلام کے تمام اصحاب مارے گئے اور دشمن پیشقدمی کرنے لگا تو فرزندان عروہ غفّاری امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"یا اباعبداللہ! دشمن نزدیک آ چکا ہے جبکہ ہماری تعداد بہت کم رہ گئی ہے، ہم دشمن کو نہیں روک سکتے ہمیں اجازت دیں کہ دشمن سے لڑتے ہوئے آپ کے قدموں میں اپنی جانیں نثار کریں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"مرحبا! آگے بڑھو اور دشمن سے جنگ کرو۔"

یہ جوان آگے بڑھے اور دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

دو جوانوں کی وفاداری

راوی کہتا ہے "دو جوان سیف بن حارث اور مالک ابن عبداللہ روتے ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ عرض کرنے لگے: ہم اپنی زندگیوں کیلئے گریہ نہیں کر رہے بلکہ ہم آپ کی غربت پر رو رہے ہیں کیونکہ دشمن نے آپ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور ہم انہیں آپ سے دور نہیں کر سکتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا آپ کو جزائے خیر دے!"

دونوں نے امام کو خدا حافظ کہا اور میدان میں دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔"

(منتہی الامال)

کربلا میں ان بچوں اور جوانوں کے علاوہ اور بہت سے جوانوں نے فداکاری کے جوہر دکھائے یہاں تک کہ ایسے غلام بھی کربلا میں شہید ہوئے جن کی صورت پر امام علیہ السلام نے اپنی صورت رکھی اور ان کیلئے دعا کی۔ ان غلاموں میں سے ایک "اسلم ابن عمروؓ" تھے۔ یہ جیسے ہی زخم کھا کر زمین پر گرے، امام علیہ السلام ان کے نزدیک آئے اور انہیں اپنی گود میں لیا اور اپنے گالوں کو غلام کے گالوں پر رکھا۔ غلام مسکرائے اور کہنے لگے:

"مَنْ مِثْلِي وَابْنُ رَسُولِ اللّٰهِ وَاضِعٌ خَدَّهُ علی خَدِّهِ"

"کون ہے مجھ جیسا کہ جسکی صورت پر رسول خدا کے فرزند نے اپنی صورت رکھی ہو؟" (ابصار العین)

دوسرا غلام جس کا نام "واضح" تھا اور یہ حرث سلمانی کا غلام تھا۔ جب کربلا میں یہ غلام شہید ہوا تو امام علیہ السلام اس کے قریب آئے، ان کے سر کو اپنی گود میں لے کر اپنا چہرہ مبارک اس کے

چہرے پر رکھا۔(ایضا)

ایک اور غلام ترک تھے جو بہت نیک اور قاری قرآن تھے۔روز عاشورہ اس باوفا غلام نے دشمنوں پر حملہ کر کے کئی دشمنوں کو ہلاک کیا اور پھر خود شہید ہو گئے۔امام علیہ السلام ان کے جسد کے قریب آئے اور ان کی صورت پر اپنی صورت رکھی اور ان پر گریہ کیا۔اسی طرح ایک غلام "طرماح" تھے جنہوں نے کربلا کے میدان میں 70 دشمنوں کو فی النار کیا اور پھر دشمنوں نے ان کا محاصرہ کر کے ان کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام

قرآن مجید کے سورہٴ مریم میں جناب زکریا کی دعا اور تمنا کا تذکرہ ملتا ہے جس سے جناب یحییٰ پیدا ہوئے،حضرت فاطمہ بنت اسد کی دعا اور تمنا سے امام علی علیہ السلام نے دنیا کو زینت بخشی اور امام علی علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے قمر بنی ہاشم،علمدار کربلا، سقائے حرم،عبد صالح حضرت عباس علیہ السلام نے دنیا کو رونق بخشی،حضرت عباس علیہ السلام کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن سن ولادت میں کوئی اختلاف نہیں ہے تمام محققین نے حضرت عباس علیہ السلام کی ولادت سن ۲۶ ہجری میں بیان کی ہے،عباس عبس مصدر سے ہے جس کے معنی تیوری چڑھانا،ترش رو ہونا،چیں بجبیں ہونا ہے اور اصطلاح میں بپھرے ہوئے شیر کو عباس کہتے ہیں،سن ۴۰ ہجری میں امام علی علیہ السلام نے سر پر ضربت لگنے کے بعد آخری لمحات میں اپنے بیٹوں منجملہ حضرت عباس علیہ السلام کو وصیت و تاکید فرمائی کہ: رسول اللہ کے بیٹوں حسن و حسین سے منھ نہ موڑنا پھر تمام اولاد کا ہاتھ امام حسن کے ہاتھ میں دیا اور حضرت عباس علیہ السلام کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا،جیسا کہ امام علی علیہ السلام کی تمنا سے ظاہر ہے آپ نے حضرت عباس علیہ السلام کی تربیت میں ایثار و فداکاری کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، امام علی علیہ السلام مسلسل حضرت عباس علیہ السلام سے اس کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے مہیا کیا گیا ہے،تمہارا مقصد شہادت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے،ایک بار جناب ام

البنین مادر حضرت عباس علیہ السلام تشریف فرما تھیں اور حضرت عباس علیہ السلام کا بچپن تھا مولائے کائنات نے اپنے فرزند عباس کو گود میں بٹھایا اور آستین کو الٹ کر بازوؤں کو بوسے دینے لگے، ام البنین نے آپ کا یہ انداز محبت دیکھ کر عرض کی: مولا! یہ کیسا طریقہ محبت ہے یہ بازوؤں کو بوسے کیوں دیئے جا رہے ہیں، یہ آستین کیوں الٹی جا رہی ہے، آپ نے فرمایا: ام البنین! تمہارا یہ لال کربلا میں شہید ہوگا، اس کے شانے قلم ہوں گے، پروردگار اسے دو پر عنایت کرے گا جس سے یہ جعفر طیار کی طرح جنت میں پرواز کرے گا، یہ وہ نازک لمحہ ہے جہاں ماں کی ممتا کے سامنے ایک طرف بیٹے کی شہادت ہے اور دوسری طرف جنت الفردوس، مولائے کائنات حضرت عباس کو مستقبل سے باخبر کرنے کے ساتھ دنیا کو متوجہ کر رہے ہیں کہ ہمارے گھر کے بچے حالات میں گرفتار ہو کر قربانی نہیں دیا کرتے بلکہ آغاز حیات سے ہی قربانی کے لئے آمادہ رہتے ہیں، جب شب عاشور زہیر قین نے یاد دلایا اور کہا عباس! آپ کو یاد ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کو کس دن کے لئے مہیا کیا ہے؟ تو حضرت عباس علیہ السلام نے اس طرح انگڑائی لی کہ رکابیں ٹوٹ گئیں اور فرمایا: اے زہیر آج کے دن شجاعت دلا رہے ہو، عاشور کی رات تمام ہونے دو اور صبح کا وقت آنے دو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ بیٹے نے باپ کے مقصد کو کس انداز سے پورا کیا ہے اور عباس اپنے عہد وفا پر کس طرح قائم ہے، دشمن کو میدان میں تلوار کا پانی پلانا واقعاً شجاعت ہے لیکن جب جذبات تلوار چلانے پر پوری طرح آمادہ ہوں تو اس وقت اطاعت مولا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے تلوار نہ چلانا اس سے بھی بڑی شجاعت ہے، جناب عباس علیہ السلام نے صرف صفین کی جنگ میں تلوار چلائی باقی موقعوں پر آپ نے اطاعت مولا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی تلوار نیام ہی میں رکھی، امام حسن کے جنازے کی بے حرمتی، والد بزرگوار کی شان میں منبر سے گستاخی، مخلصین کا بے دردی سے قتل، کربلا میں فرات سے خیمے ہٹائے جانے کا مطالبہ یہ تمام وہ مواقع تھے جہاں حضرت عباس علیہ السلام کے جذبات تلوار چلانے کے متقاضی تھے لیکن آپ نے ان موقعوں پر بھی اطاعت مولا کے سامنے سر تسلیم خم کر کے شجاعت کی مثال قائم کر دی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے کمالات و اوصاف سے حضرت عباس علیہ السلام

متصف تھے جو آپ کو معصوم علی جیسے امام سے ورثہ میں ملے تھے،ان کمالات کا احصاء کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے ، یہ تو ہم تذکرہ کے طور پر تبرکاً تحریر کر رہے ہیں،اسلامی لشکر کی علمداری، پیاس کی شدت سے انسانوں کی جان بچانے کو سقائی اور عبد صالح کا خطاب وہ صفات ہیں جن میں حضرت عباس علیہ السلام کو کمال حاصل تھا۔

علمدار کربلا

لشکر کی علمبر داری ہی کو لے لیجئے ہر قوم اپنے پرچم یا علم کو اپنی عزت وعظمت کا نشان سمجھتی ہے بالخصوص میدانِ کارزار میں جنگ کے درمیان دونوں فوجیں اپنا اپنا علم بلند رکھتی ہیں جس کا پرچم بلند رہتا ہے اُس لشکر کو فتح مند قرار دیا جاتا ہے اور جس فوج کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے وہ شکست خوردہ سمجھی جاتی تھی،اسی لئے علمدار کا باقاعدہ انتخاب کیا جاتا تھا اور علم اس شخص کو دیا جاتا تھا جس میں ایک ماہر اور بہادر کمانڈر کی تمام خوبیاں ہوتی تھیں، جسے علم مل جاتا تھا اُس کا سر افتخار سے بلند رہتا تھا،علمدار کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں امام علی فرماتے ہیں :علم صرف بہادروں کے پاس رہنا چاہئے جو شخص مصائب کو برداشت کر سکے اور شدائد کا مقابلہ کر سکے وہی محافظ کہا جا سکتا ہے اور جو محافظت کا اہل ہوتا ہے وہی پرچم کے گرد و پیش رہتا ہے اور چار طرف سے اس کی حفاظت کرتا ہے محافظ اپنے پرچم کو ضائع نہیں کرتے ، وہ نہ پیچھے رہ جاتے ہیں کہ پرچم دوسروں کے حوالے کر دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ پرچم کو چھوڑ دیں" امام علی کے مذکورہ بیان کی روشنی میں علمدار شجاع ، بہادر، محافظ، غیرت دار، ثابت قدم، مستقل مزاج اور صابر انسان ہوتا ہے، کربلا کے میدان میں لاثانی مجاہدوں کے ہوتے ہوئے امام حسین علیہ السلام علیہ السلام حضرت عباس علیہ السلام کو علم دے کر شجاع ، بہادر، محافظ، غیرت دار، ثابت قدم، مستقل مزاج اور صابر ہونے کی سند عطا کر رہے تھے۔

سقاء اہلبیت علیہم السلام

حضرت عباس علیہ السلام کی دوسری صفت کمالیہ آپ کا سقاء ہونا ہے،سقائی یعنی پانی

پلانا، کسی کو پانی پلا کر سیراب کرنا عظیم اجر وثواب کا باعث ہے جس کے لئے بے شمار اسلامی روایات موجود ہیں لیکن جب یہی کام کسی جاندار کی زندگی بچانے کا سبب بن جائے تو صفت کمالیہ میں شمار ہونے لگتا ہے کیونکہ اس کام کو خداوند عالم نے اپنے عظیم احسانات میں شمار کیا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

اور ہم نے آسمان سے پانی اس لئے نازل کیا ہے کہ اس سے مردہ زمینوں کو زندہ بنائیں اور حیوانات وانسان کو سیراب کریں اور رسول اسلام فرماتے ہیں: جس نے ایک انسان کی زندگی بچائی اس نے پوری انسانیت کو بچایا، اب اگر پانی پلا کر کسی کی زندگی کو بچا لیا جائے تو وہ بھی اسی زمرے میں آئے گا، پانی پلا کر زندگی بچانے کی اہمیت اس وقت اور زیادہ ہوجاتی ہے جب شارع مقدس نمازیوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر نمازی کے پاس صرف اتنا پانی ہو جس سے صرف وضو ہوسکتا ہو اور کوئی بھی جاندار پیاس کی شدت سے دم توڑ رہا ہو تو وضو کا پانی پلا کر جاندار کی زندگی بچائی جائے اور نماز تیمم سے ادا کی جائے، حضرت عباس علیہ السلام ایسے ہی باکمال سقاء تھے آپ نے اپنی سقائی سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جانیں بچائیں، سن ۳۴ ہجری میں انقلابیوں نے مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان کے گھر کا محاصرہ کیا اور کھانا پانی تک گھر میں نہ جانے دیا اس طرح حضرت عثمان اور ان کے اہل خانہ بھوک و پیاس سے تڑپنے لگے تو ساقیٔ کوثر امام علی علیہ السلام علیہ السلام نے کھانے کا سامان اور پانی کے مشکیزے اپنے بیٹوں کے ذریعہ حضرت عثمان کے گھر پہنچوائے، یہاں بھی حضرت عباس علیہ السلام کی عمر اگرچہ ۸ سال تھی لیکن آپ نے پانی پلا کر لوگوں کی جان بچائی، تعجب ہے ابن زیاد پر جس نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے بچوں پر پانی بند کرنے کے حکم نامے میں اس بات کا حوالہ دیا تھا کہ انہیں (اہل بیت کو) اسی طرح پیاسا رکھو جس طرح خلیفہ عثمان کو پیاسا رکھا گیا تھا، جن لوگوں نے حضرت عثمان اور ان کے اہل خانہ کی پیاس بجھائی انہیں کو حضرت عثمان پر بندش آب کے جرم میں پیاسا رکھا گیا، اس سے زیادہ ناانصافی اور کیا ہوسکتی ہے، بہر حال اسی طرح سن ۶۰ ہجری میں منزل ذوخشب یا ذوحسم کے پاس جب یزیدی کمانڈر حر نے امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکا تو حر کے لشکر کی زبانیں شدت عطش

سے باہر نکل چکی تھیں، گھوڑے اور اونٹ بھی لب دم تھے امام حسین علیہ السلام نے جناب عباس علیہ السلام علیہ السلام کو حر کے لشکر کی مع جانوروں کے پیاس بجھا کر جان بچانے کی ذمہ داری سونپی۔

حضرت عباس علیہ السلام نے حر کے لشکر کو مع جانوروں کے سیراب کر دیا اور جانوروں کے آگے سے جب تک پانی نہ ہٹایا گیا جب تک کہ تین مرتبہ جانوروں نے پانی سے خود منھ نہ پھیر لیا، لیکن ۶۱ ہجری میں حضرت عباس علیہ السلام نے اپنی سقائی کو بام عروج تک پہنچا دیا، علمداری کی یہ صفت بھی آپ کو امام معصوم امام علی علیہ السلام سے ورثہ میں ملی تھی، امام علی علیہ السلام کو ساقیٔ کوثر کا خطاب ملا ہوا تھا لیکن عباس کی معراج نے اس خطاب کو مبالغہ میں بدل دیا اور اس طرح آپ سقاء کہلائے، سقاء مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ سیراب کرنے والے، امام علی علیہ السلام نے لوگوں کو مہیا پانی سے سیراب کیا لیکن کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام نے جو سقائی کرنا چاہی اس میں پانی بھی خود ہی مہیا کرنا تھا، اس مقصد کے لئے آپ نے کربلا میں متعدد کنوئیں کھودے لیکن پانی نہ نکلا، ادھر امام حسین علیہ السلام کے 6 ماہ کے بچے علی اصغر پیاس کی وجہ سے لب دم ہیں، مچھلی جب پانی سے باہر آجاتی ہے تو اس کی تین کیفیتیں ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ وہ بہت زیادہ تڑپتی ہے اور دوسری کیفیت وہ جب اس کی تڑپ اور حرکت میں کمی آجاتی ہے اور تیسری کیفیت یہ کہ اُس سے تڑپا بھی نہیں جاتا وہ صرف منھ کھول کر سانس لینے کی کوشش کرتی ہے، روز عاشور کربلا میں امام علی علیہ السلام اصغر کی یہی کیفیت تھی، آپ بے حس وحرکت پیاس کی شدت اور تکلیف سے اسی طرح برداشت کر رہے تھے، بچوں کی یہ حالت جناب عباس علیہ السلام علیہ السلام سے نہ دیکھی گئی، ادھر آپ کی بھتیجی سکینہ نے آپ سے پانی کا مطالبہ بھی کر دیا تو آپ سے رہا نہ گیا اور آپ نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی، اجازت ملنے کے بعد آپ دریا پر پہنچے، دریا پر قبضہ کرنے کے بعد بھی آپ نے پانی لبوں کو نہ لگایا، بچوں کے لئے مشکیزہ بھر لیا لیکن پانی بچوں تک نہ پہنچ سکا اور آپ نے پانی مہیا کرنے پر اپنی جان بھی قربان کر دی اس سقائی کی حسرت آپ کے دل ہی میں رہ گئی۔

عبدالصالح

حضرت عباس علیہ السلام کی تیسری صفت کمالیہ ”عبد صالح“ کا وہ خطاب ہے جو تمام انبیاء کو بھی نصیب نہ ہوا، قرآن مجید میں اللہ نے حضرت داؤد، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت ایوب، حضرت عیسیٰ اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی کو عبد صالح کا خطاب دیا ہے، غیر انبیاء اور ائمہ میں صرف حضرت عباس علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کو عبد صالح کا خطاب دیا گیا جس کی سند چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام نے زیارت حضرت عباس علیہ السلام میں دی ہے، اس کی روایت ابوحمزہ ثمالی نے کی ہے، حضرت عباس علیہ السلام کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: السلام علیك ایھا العبد الصالح

یعنی اے عبد صالح آپ پر خدا کی طرف سے سلامتی ہو،

ہم روزانہ نماز کے اختتام پر اللہ کے نیک بندوں (عباد الصالحین) پر سلام پڑھتے ہوئے تشہد کے بعد کہتے ہیں السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہمارے اوپر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو، اس سلام میں انبیاء اور ائمہ کے ساتھ ساتھ حضرت عباس علیہ السلام بھی شریک ہیں کیونکہ آپ عبد صالح ہیں۔

فرزندان مسلم بن عقیل علیہ السلام

حمران بن اعین کہتے ہیں کہ شیخ ابومحمد کوفی نے روایت کیا کہ جب حسین بن علی (ع) کو قتل کر دیا گیا تو دو بچوں کو حضرت (ع) کے لشکر سے قید کر کے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اس ملعون نے اس دونوں کو قید خانہ میں بھیجا اور محافظِ زندان کو طلب کر کے کہا کہ اچھی خوراک اور ٹھنڈا پانی ان کو نہ دینا اور ان پر سختی کرنا، یہ دونوں بچے روزہ رکھتے تھے اور بوقت شب دو روٹیاں جو کی اور ایک کوزہ پانی ان کے لیے لایا جاتا تھا یہاں تک ایک سال گزر گیا ایک دن ایک بھائی نے دوسرے سے کہا اے بھائی ایک مدت سے ہم اس زندان میں ہیں اور ہماری عمر ختم ہونے والی ہے قریب ہے کہ ہماری زندگی اسی غم میں ختم ہوجائے لہذا زندان کے نگران کو اپنے مقام و

حسب ونسب سے آگاہ کردیں اور جو قربت ہم رسول (ص) نے رکھتے ہیں اس پر ظاہر کردیں شاید اس کو ہمارے حال پر رحم آجائے لہذا جب وہ خوراک اور پانی کا کوزہ لایا تو چھوٹے نے کہا اے شیخ کیا تو محمد (ص) کو پہچانتا ہے کہا اس نے کیوں نہیں پہچانتا وہ میرا پیغمبر (ص) ہے کہا جعفر بن ابی طالب (ع) کو بھی پہچانتے ہو کہا کیوں نہیں پہچانتا خدا نے انہیں دو پر عطا کیے ہیں کہ وہ بہشت میں فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہیں پرواز کرتے ہیں کہا علی ابن ابی طالب (ع) کو پہچانتے ہو کہا کیوں نہیں پہچانتا وہ رسول (ص) کے چچا کا بیٹا ہے اور میرے نبی کا بھائی ہے بچوں نے کہا اے شیخ ہم تیرے نبی (ص) کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی عترت ہیں مسلم بن عقیل بن ابی طالب (ع) کے بیٹے ہیں اور تیرے ہاتھوں اسیر ہوئے ہیں۔تم نے اچھی خوراک و ٹھنڈا پانی ہمیں نہ دیا اور ہمیں زندان میں سخت تنگ کیا ہے وہ شیخ گر پڑا اور ان کے پاؤں کے بوسے لینے لگا اور کہا کہ میری جان آپ قربان اے عترتِ رسول اللہ (ص) یہ زندان کا دروازہ کھلا ہے جہاں چاہو چلے جاؤ پھر دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ دیا اور انہیں راستہ بتا دیا اور کہا راتوں کو سفر کرنا اور دن کو چھپ جانا یہاں تک کہ خدا تمہارے لیے وسعت پیدا کردے لہذا وہ دونوں بوقتِ شب روانہ ہوئے اور کچھ دور جا کر ایک ضعیفہ کے مکان پر پہنچے وہاں اور اس سے کہا کہ ہم پریشان حال و آوارہ وطن ہیں جب کہ رات کا وقت ہے آج رات ہمیں اپنا مہمان رکھ لے ہم صبح ہوتے ہی چلے جائیں گے، اس نے کہا تم کون ہو کہ تمہارے بدن سے عطر سے زیادہ خوشبو آتی ہے بچے کہنے لگے ہم اولادِ رسول (ص) سے ہیں اور زندان ابنِ زیاد سے نکلے ہیں تا کہ وہ ہمیں قتل نہ کردے اس بوڑھی عورت نے کہا اے میرے عزیز میرا ایک داماد ہے جو بد کردار ہے اور عبیداللہ ابن زیاد کے ساتھ واقعہ کربلا کے وقت موجود تھا ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ یہاں آکر تم کو قید نہ کرلے اور قتل کردے کہنے لگے ہم صرف آج کی رات ہی یہاں ٹھہریں گے اور صبح اپنی راہ چلے جائیں گے عورت نے کہا اچھا میں تمہارے لیے شام کا کھانا لاتی ہوں وہ کھانا لائی انہوں نے کھانا کھایا پانی پیا اور سو گئے چھوٹے نے بڑے سے کہا جانِ برادر مجھے امید ہے کہ آج رات آرام کی رات ہوگی آؤ بغل گیر ہو کر سو جائیں اور ایک دوسرے کے بوسے لے لیں کہیں یہ نہ ہو کہ

موت ہم دونوں کو جدا کر دے لہذا دونوں بغل گیر ہو کر سو گئے جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو اس عورت کا داماد فاسق آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا بوڑھی عورت نے پوچھا کون ہے اس نے کہا فلان ہوں کہا کیوں بے وقت آئے ہو وہ باہر سے کہنے لگا وائے ہو تجھ پر میں سخب بدحواس ہوں قبل اس کے کہ میری عقل چلی جائے۔ دروازہ کھول میں سخت مایوس ہوں عورت نے کہا وائے ہو تم پر کونسی مصیبت میں گرفتار ہو اس نے کہا کہ دو بچے لشکر عبیداللہ لعین سے نکل گئے ہیں اور امیر نے اعلان کیا ہے کہ جو کوئی ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی سر لائے گا اسے ایک ہزار درہم انعام دوں گا اور جو کوئی ان دونوں کا سر لائے گا اسے دو ہزار درہم انعام دوں گا مجھے یہ رنج ہے کہ میرے ہاتھ نہیں آئے بوڑھی عورت نے کہا اس بات سے ڈرو کہ روز قیامت محمد (ص) تیرے دشمن ہوں وہ کہنے لگا وائے ہو تم پر میں دنیا ہاتھ میں لیں اچاہتا ہوں اور تو آخرت کی بات کرتی ہو۔عورت نے کہا وہ دنیا جو آخرت کے بغیر ہو تجھے کیا کام دے گی اس نے کہا تم ان کی طرف داری کیوں کرتی ہو کیا تجھے ان کی خبر ہے چل میں تجھے اپنے امیر کے پاس لے چلتا ہوں تا کہ وہ تجھ سے پوچھے وہ کہنے لگی امیر مجھ بوڑھی عورت سے جو گوشہ نشین ہے کیا چاہے گا اس نے کہا اچھا دروازہ کھولو تا کہ آرام کروں اور سوچوں کہ صبح کس راستہ پر ان کے پیچھے جاؤں عورت نے دروازہ کھولا اور اس کو کھانا دیا آدھی رات کو اس نے بچوں کے سانس لینے کی آواز سنی تو وہ نہایت خشم ناک اٹھا اور اندھیرے میں دیوار کا سہارا لے کر کمرے کی جانب چلا یہاں تک کہ چھوٹے بچے کے پہلو پر ہاتھ پڑا بچے نے کہا کون ہے اس نے کہا میں خانہ ہوں تم کون ہو چھوٹے نے بڑے کو ہلایا اور کہا اٹھو اور جان لو کہ جس چیز سے ڈرتے تھے سی میں گرفتار ہو گئے اس نے کہا تم کن ہو کہنے لگے اگر سچ کہیں تو امان دو گے کہا ہاں کہنے لگے اے شیخ خدا، رسول (ص) اور ان کے مرتبے کا واسطہ کیا ہمیں امان دو گے کہنے لگا ہاں امان ہے تو بچے کہنے لگے محمد بن عبداللہ گواہ ہے امان دو گے اس نے کہا ہاں بچوں نے کہا کیا خدا اس پر گواہ اور وکیل ہے کہ جو کچھ عہد کر رہا ہے دیوار کرے گا کہا ہاں کہنے لگے اے شیخ ہم تیرے نبی (ص) نے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس کی عترت ہیں اور زندان عبیداللہ بن زیاد لعین سے جان کے خوف سے نکلے ہیں اس نے کہا موت سے ڈرتے ہو مگر

موت میں گرفتار ہو گئے ہو حمد اس خدا کی جس نے تم کو میرے قابو میں دیا ہے وہ اٹھا اور ان کو باندھ دیا بچوں نے تمام شب بندھے ہوئے گزاری جب سفیدی ظاہر ہوئی تو اس نے ایک غلام کو جس کا نام خلیج تھا بلایا اور کہا کہ ان دونوں بچوں کے دریائے فرات کے کنارے لے جاؤ اور ان کی گردنیں کاٹ دو اور ان کے سروں کو میرے پاس لے آؤ گے کیا جب گھر سے کچھ دور ہو گئے تو ایک بچے نے کہا الشیخ (حبشی) تم بلال موذن رسول (ص) کی مانند ہو ہم پر رحم کرو اس نے کہا میرے آقا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہاری گردنوں کو کاٹ دوں مگر یہ بتاؤ کہ تم کون ہو کہنے لگے ہم تیرے نبی محمد (ص) کی عترت ہیں اور جان کے خوف سے ابن زیاد کے زندان سے نکلے ہیں اس بوڑھی عورت نے ہمیں مہمان رکھا لیکن تیرا آقا چاہتا ہے کہ ہمیں قتل کرے اس حبشی غلام نے ان کے پاؤں کے بوسے لیے اور کہا میری جان تم پر فدا اے عترت مصطفیٰ (ص) خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمد (ص) بروز قیامت میرے دشمن ہوں پھر تلوار کو دور پھینکا اور خود کو فرات میں گرا دیا اور دریا عبور کر گیا اس کے آقا نے آواز دی کہ تم نے میری نافرمانی کی ہے اس نے کہا میں تیرا اس وقت فرمانبردار ہوں جب تک تم خدا کے فرمابردار ہو اب جبکہ تم نے خدا کی نافرمانی کی تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بیزار ہوں پھر اس شقی نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا میں نے تیرے لیے حلال وحرام کو جمع کیا میں چاہتا ہوں کہ انعام وصول کروں تو ان دو بچوں کو فرات کے کنارے لے جا اور ان کی گردنوں کا کاٹ دے اور ان کے سر میرے پاس لے آتا کہ میں عبیداللہ کے پاس لے جاؤں اور دو ہزار درہم معاوضہ لے آؤں اس نے تلوار لی اور بچوں کے لے کر چلا کچھ دور جا کر ان دونوں بچوں میں سے ایک نے کہا اے جوان میں تیرے دوزخ میں جانے سے خوف محسوس کرتا ہوں اس لڑکے نے کہا اے عزیز تم کون ہو وہ کہنے لگے ہم تیرے نبی (ص) کی عترت ہیں اور تیرا باپ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے یہ سن کر اس ملعون کا بیٹا بھی ان کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے بوسے لیے اور انہی الفاظ کو دوہرایا جو حبشی غلام نے کہا تھا پھر تلوار کو دور پھینکا اور خود کو فرات میں چھلانگ لگا گیا اس کے باپ نے آواز دی کہ تو میری نافرمانی کر رہا ہے اس نے کہا کہ خدا کا حکم تیرے حکم پر مقدم ہے اس شقی نے کہا اب سوائے میرے کوئی دوسرا ان کو قتل نہ کرے گا لہذا تلوار

لی اوران کو آگے کیا اور فرات کے کنارے تلوار نیام سے نکالی جب بچوں کی نظر تلوار پر پڑھی تو رونے لگے اور کہنے لگے اے شیخ ہمیں بازار میں فروخت کردے اور روز قیامت محمد (ص) کی دشمنی کو اپنے سر نہ لے اس نے کہا میں تمہارے سر کو ابن زیادہ کے پاس لے جاؤں گا اور معاوضہ (انعام) حاصل کروں گا بچے کہنے لگے تو ہمارے رشتہ رسول (ص) کا احترام نہیں کرتا اس نے کہا تمہارا رسول اللہ (ص) کے ساتھ کوئی رشتہ واسطہ نہیں ہے۔ کہنے لگے اے شیخ تو ہم کو عبیداللہ کے پاس لے جا تا کہ وہ خود ہمارے بارے میں کوئی حکم دے کہا میں تمہارے خون کے بدلے اسکا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں بچے کہنے لگے اے شیخ کیا تجھے ہمارے کمسنِ ہوں ے پر رحم نہیں آتا اس نے کہا خدا نے میرے دل میں رحم پیدا نہیں کیا کہنے لگے پھر ہمیں اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعت نماز پڑھ لیں اس نے کہا اگر نماز تمہیں کوئی فائدہ دیتی ہے تو جس طرح چاہو نماز پڑھو پھر ان بچوں نے چار رکعت نماز پڑھی پھر ہاتھ اٹھائے اور اپنی نظروں کو آسمان کی طرف کر کے فریاد کی "یا حی یا حکیم یا احکم الحاکمین" ہمارے اور اس کے درمیان حق کا فیصلہ کردے" یہ شقی اٹھا اور اس نے بڑے کی گردن کاٹ دیا ور اسکے سر کو توبرہ (تھیلا) میں رکھا، چھوٹا بھائی غم سے نڈھال اپنے برادر کے خون میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائی کے خون میں رنگین ہو کر رسول خد (ص) سے ملاقات کروں اس ملعون نے کہا کوئی بات نہیں تجھے بھی ابھی اس کے پاس پہنچا تا ہوں، پھر چھوٹے کو بھی قتل کر دیا اور اس کے سر کو بھی توبرہ میں رکھا اور دونوں کے بدنوں کو دریا کے پانی میں پھینک دیا پھر ان کے سروں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا وہ تخت پر بیٹھا تھا اور ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس شخص نے ان کے سروں کو اس سامنے رکھا جب اس لعین کی نظر ان پر پڑی تو تین بار اٹھا اور تین بار بیٹھا اور وہ لعین بولا ای وائے ہو تم پر ان کو تم نے کہاں سے پایا کہا بوڑھی جو ہمارے خاندان سے تھی اس نے ان کو مہمان رکھا تھا۔ ابن زیاد نے کہا کیا تو ع نے یہ حق مہمان نوازی ادا کیا ہے؟ کیا ان بچوں نے فریاد نہیں کی تھی؟ اس شخص نے کہا کہ ان بچوں نے مجھ سے اس بات کا تقاضہ کیا تھا کہ ہمیں بازار میں فروخت کر کے رقم وصول کر لے اور محمد (ص) کو روز قیامت اپنا دشمن مت بنا ابن زیاد نے کہا تو پھر تو نے کیا کیا اس شخص نے کہا کہ

میں نے ان بچوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لے کر کر معاوضہ وصول کروں گا۔ ابن زیاد نے پوچھا اس علاوہ انہوں نے اور کیا بات کی تھی اس نے بتایا کہ بچوں نے فریاد کی تھی کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس لے چل تا کہ وہ خود ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے ابن زیادہ نے پوچھا پھر تو نے ان سے کیا کہ اس نے بتایا کہ میں نے ان سے کہا میں تمہارے سر ابن زیاد گودے کر اس کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے اس شخص سے کہا کہ جب انہوں نے فریاد کی تھی تو انہیں لے کر تو میرے پاس کیوں نہیں آیا میں تجھے ان کے بدلے چار ہزار درہم دیتا اس شخص نے کہا کہ مجھے نہ یقین تھا کہ ان کی زندہ گرفتاری پر زیادہ انعام ملے گا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ بتا جب تو انہیں قتل کرنے لگا تھا تو انہوں نے تجھے کیا کہا تھا۔ اس نے بتایا کہ جب میں انہیں قتل کرنے لگا تو انہوں نے کہا اے شیخ کیا تجھے رسول خدا (ص) سے شرم نہیں آتی کیا تو ہمیں بچہ سمجھ کر بھی رحم نہیں کرتا کیا تو ہمیں تھوڑی مہلت دے گا کہ ہم نماز پڑھ لیں یہ سن کر میں نے بچوں سے کہا کہ اگر تمہیں نماز اس وقت فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو لہذا انہوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا مانگی۔ ”یا حی یا حکیم یا احکم الحاکمین تو ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دے“ اس کے بعد میں نے انہیں قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے یہ سن کر کہا خدا نے تیرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا پھر حکم دیا کہ کون ہے جو اسے ٹھکانے لگائے گا ایک شامی اٹھا ابن زیاد نے اسے کہا کہ اس کو وہیں لے جاؤ جہاں اس نے ان بچوں کو قتل کیا ہے مگر اس کا خون ان کے خون سے نہ ملنے پائے وہ شامی اسے لے کر فرات کے کنارے آیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر آویزاں کر دیا۔ لوگ اس کے سر کو دیکھتے اور حقارت سے ڈھیلے اور پتھر مارتے تھے کہ اس نے ذریت رسول (ص) کو شہید کیا ہے۔

❁❁❁❁❁